46547 ـ كيا بار بار اپنى جانب سے حج كرنا افضل ہے يا كہ رشتہ داروں كى جانب سے ؟

سوال

كيا انسان كے ليے افضل يہ ہے كہ وہ بار بار اپنے ليے ہى نفلى حج كرتا رہے يا اپنے فوت شدہ رشتہ داروں يا زندہ رشتہ داروں كى طرف سے كچھ برس حج كرے، يعنى ايك سال اپنا اور دوسرے برس كسى ايك رشتہ دار كى طرف سے ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

افضل تو يہ ہے كہ وہ اپنى جانب سے ہى حج كرے، كيونكہ يہى اصل ہے اور اپنے اور اپنےرشتہ داروں اور سب مسلمانوں كے ليے دعاء كرے، ليكن اگر اسكے والدين يا ان ميں سے كسى ايك نے فرضى حج نہ كيا ہو تو وہ ان كے ساتھ حسن سلوك اور نيكى كرتے ہوئے اپنا حج كرنے كے بعد فوت يا عاجز ہونے كى صورت ميں ان كى جانب سے حج كر سكتا ہے، ليكن شرط يہ ہے كہ ہر ايك كے ليے عليحدہ عليحدہ حج يا عمرہ كرے، وہ دونوں كى جانب سے ايك ہى عمرہ نہيں كر سكتا، اور نہ ہى ايك ہى حج ميں انہيں جمع كرسكتا ہے. انتہى

ديكھيں: فتاوى اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلميۃ الافتاء (11 / 66).

شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ تعالى سے مندرجہ ذيل سوال كيا گيا:

ايك عورت اپنى فوت شدہ والدہ كى جانب سے حج كرنا چاہتى ہے اس كى والدہ فرضى حج كر چكى تھى، كيا اس كى جانب سے حج كرنا افضل ہے يا اس كے ليے دعاء كرنا ؟

شيخ رحمہ اللہ تعالى كا جواب تھا:

" افضل يہ ہے كہ حج اپنا كرے اور والدہ كے ليے دعاء كرے، اس ليے كہ جب نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس كے عمل منقطع ہو جاتے ہيں، ليكن تين قسم كے اعمال منقطع نہيں ہوتے: صدقہ جاريہ، يا نفع مند علم، يا نيك اولاد جو اس كے ليے دعاء كرتى ہو"

تو نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے يہ نہيں فرمايا كہ نيك اولاد جو اس كى جانب سے حج كرے، يا روزے ركھے، يا

صدقہ کرے، یا اس کی جانب سے نماز ادا کرے.

لہذا جب ہمیں سائل یہ پوچھتا ہے کہ افضل کیا ہے کہ میں نماز پڑھ کر اس کا ثواب والد کو پہنچاؤں، یا اپنے والد کی جانب سے صدقہ کر کے اس کا ثواب والد کے لیے کردوں، یا کہ اپنے والد کے لیے دعاء کروں ؟

تو ہم کہینگے کہ: افضل یہ ہے کہ آپ والد کے لیے دعاء کریں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے زیادہ علم والے، اور ہم سے زیادہ نصیحت کرنے والے، اور ہم سے زیادہ فصیح تھے، انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ: یا نیك اولاد اس کے لیے عمل کرے، بلکہ یہ فرمایا:

" نیك اولاد اس کے لیے دعاء کرے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری یہی راہنمائی فرمائی ہے" انتہی

دیکھیں: فتاوی ابن عثیمین (21 / 251).

واللہ اعلم .